ڈاکٹر مشتاق احمد ۔ئی،
اقبال انسٹی ٹیوٹ آف کلچر اینڈ فلاسفی،
کشمیر یونیورسٹی، سرینگر

رومی اور اقبال کی فکری مماثلتیں

ایک مُطالعہ

علامہ محمد اقبالؒ کے فکر وفن پ مولا۔ جلال الدین رومیؒ کے اث ات یں ہیں۔ اسلامی د میں اقلیم شعر وفکر میں روشن خیالی اور رجائیت کے دو نہای۔ پُر جوش اور انقلاب آفریں علم۔ دار مولا۔ رومی اور علامہ اقبال کی صورت میں یں طور پ آتے ہیں۔ مولا۔ رومی کے متعلق علامہ اقبال ابتداء سے اپنے اُردو اور فارسی کلام میں رطب اللّسان آتے ہیں۔ چنانچہ اپنی اُردو اور فارسی شاعری میں اقبال نے رومی کا جا بجا نہ صرف ذکر کیا ہے بلکہ اکثر ان کے آہنگ میں اشعار بھی کہے ہیں۔ اسماء واعلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ۔ امی کے بعد کم وبیش تقریباً 23 ۔ر انہوں نے اُردو میں اور 27 ۔ر فارسی میں مولا۔ رومی کا ذکر خیر کیا ہے۔ اپنے اُردو مجموعۂ کلام ''۔ل جبر ''میں ''پیر ومر۔'' کے عنوان سے علامہ اقبال نے ا۔ طویل بھی رقم کی ہے جس میں اپنے آپ کو معنوی طور پ مر۔ ہندی تسلیم کر کے وہ پیر رومی سے عصر حاضر کے مختلف مسائل کا حل تلاش کر کے تشفی حاصل کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ انہوں نے اپنے معروف انگر۔ی ی شہپاروں یعنی "The

اور Metaphsics in persia." Development of
"The Reconstruction of Religious Thought in
"Islam میں کئی حوالوں سے شا ارطر پ بحث کی ہے[1]۔ان میں بیشتر حوالے
تصوف سے متعلق ہیں۔

مولا جلال الدین محمد بلخی رومی معروف بہ مولوی د ئے اسلام کی عظیم المر شخصیت اور بغۂ روزگار ہستی ہیں۔ان کی مثنوی حکمت ومعرفت کا ای ایسا مرقع ہے جس میں گہر ہائے حیات اشعار کے صدف میں اس خوبصورتی سے مز ین ہیں کہ طا علم جہاں ان سے حقیقت ومعرفت کی متاع بے بہا حاصل کر تے ہے وہیں اسے وہ د ومافیہا کے رازوں سے بھی پوری طرح آ گہی دلاتی ہے۔مولا رومی کی ا اد و یکتائی یہ ہے کہ اُن کے فکروفن میں ہان وو ان کا ای خوبصورت امتزاج ہے۔ اسی لئے اُن کی عارفانہ شاعری بے مثال و بے نظیر ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج یعنی ساڑھے سات سو سال کا عرصہ رنے کے وجود اُن کی مثنوی پ مختلف زاویوں سے اہل علم وفکر کا کام جاری وساری ہے۔

دراصل مثنوئ مولا رومیؒ اسرارِ دین اور علم کلام کا مجموعہ ہے۔اسی لئے اس مثنوی کی لاتعداد شرحیں، جے اور فرہنگ منظر عام پ آچکے ہیں،جن میں سے بعض شرحوں اور جموں کی اپنی سطح بھی اتنی بلند ہے کہ ان کو ات خود ادبیاتِ عالیہ میں شمار کیا جاسکتا ہے۔مولا رومی کو قرآن ،حدیث ،تفسیر ،فقہ اور عربی ز ن وادب پ عبور ومرور حاصل تھا۔یہی وجہ ہے کہ اُن کی شاعری کے تی وتخیلاتی آہنگ کے پس پ دہ گہرا

دینی ووقوفی شعور پیدا جاتا ہے۔ ان کے . ہاں کو شہیر عرفان کرنے والی ہستی شمس تبریزی ہیں ۔ اسی مردِ قلندر نے مرشد بن کر مولانا رومی کو اپنا گرویدہ اور فدوی بنایا۔ علامہ محمد اقبال نے بعینہٖ مولانا رومی کو ابتداء ہی سے اپنا پیرو مرشد تسلیم کر کے اعلان کیا کہ ؎

پیر رومی مرشد روشن ضمیر
کاروانِ عشق و مستی را امیر

یہ اعتراف انہوں نے مثنوی ''پس چہ باید کرد اے اقوام شرق'' کی تمہید کے پہلے شعر میں ہی کیا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ علامہ نے مولانا رومیؒ اور دوسرے مشرقی مفکرین کو مغربی مفکروں کے ہم دوش رکھ کر اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ ؎

د افزود مرا درس حکیمان فرنگ
سینہ افروخت مرا صحبت صاحب نظراں

اس کے ساتھ ساتھ ''ارمغان حجاز'' میں علامہ اقبال اللہ سے شورِ رومی، سوزِ خسرو اور سنائی کا سا صدق واخلاص کی تمنا کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں ؎

کن شور رومی، سوزِ خسرو
کن صدق و اخلاصِ سنائی

علامہ اقبال بھی بنیادی طور پر ایک اسلامی مفکر وشاعر ہیں۔ چنانچہ اسلامی فن کار اور دانشور کے نزدیک ایمان کی سلامتی پہلی شق ہوتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ پر یقین کامل رکھتا ہے۔ اس معاملے میں وہ تشکیک کا شکار کہیں نہیں ہوتا لیکن صاحب ایمان فن کار اگر دانشور بھی ہوتا ہے تو غور وفکر سے وہ اپنا دامن کبھی نہیں کھینچتا ہے بلکہ دینی معاملات

Scanned with OKEN Scanner

کو بھی عقل کی کسوٹی پہ پرکھنا اوراس کے ابعاد (Dimensions) سے پیدا ہونے والے بہت سے مضمرات کو عقلی طور پہ سمجھنا بھی ۔ یمرحلہ ہوتا ہے۔اس سلسلے میں بھی علامہ اقبال اپنے مرشد کو بال جبریل میں سالارِ کارواں کا خطاب دے کر یوں نغمہ ہوتے ہیں۔

تو بھی ہے اسی قافلۂ شوق میں اقبال

جس قافلۂ شوق کا سالار ہے رومی

اس عصر کو بھی اس نے دیا ہے کوئی پیغام؟

کہتے ہیں پہ اغِ رہِ احرار ہے رومی

علامہ یہاں رومی کو اس باب میں ایک رہنما کے طور پہ پیش کرتے ہیں۔دراصل اقبال کے تصور میں دین اسلام کا را ن و کائنات کے نج وضبط کا مرحلہ ہےاور یہ و ضبط مذہب کے اعلیٰ اصولوں ہی کی دین ہے جنہیں عقل کی کسوٹی پہ بھی پرکھا جاسکتا ہے۔لہٰذا رومی اور اقبال دونوں کے یہاں عقل (Reason) کا رد نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک غور وفکر سے ایمان وایقان میں استقامت آسکتی ہے اور حقیقت حال کا احساس بھی ہوسکتا ہے۔اپنے انگریزی خطبات فکر اسلامی کی تشکیل نو میں اقبال اس سلسلے میں ہمیں یوں آگہی دلاتے ہیں کہ ''مذہبی زندگی کے تین مراحل ہیں۔ ان تین مراحل میں مذہب کو فلسفہ اور نفسیات سے گہرا تعلق ہے''۔[۲]

علامہ اقبال نے ان تین مراحل کو ت ۔ وارایمان، تفکر اور دورانکشافِ ذات میں بیان کیا ہے۔دورِ ایمان دین اور شریعت سے تعلق رکھتا ہے۔دور تفکر فلسفہ اور حکمت

سے متعلق ہے اور دورِ انکشافِ ذات نفسیات اور تصوف سے بحث کرتا ہے۔

مولانا جلال الدین رومی نے بھی اپنی تصنیفات میں کئی جگہ اس حقیقت کا احساس دلایا ہے کہ ایمان اس کا نام نہیں ہے کہ کوئی اندھے کی طرح ہر چیز قبول کرتا جائے اور اسے عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش نہ کرے۔ عقل ایمان کے تمام مرحلے کو غور و فکر کے بعد تقویت پہنچاتی ہے نہ کہ غیر مذہبی بناتی ہے۔ اس سلسلے میں رومی اپنے ایک شعر میں کہتے ہیں۔

این محبت ہم نتیجہ دانش است

کی گزافہ برچنین تختی نشست

گویا رومی دینی امور کی پرکھ کے لئے غور و فکر کی ترغیب و ترویج دے کر ایمان کو اللہ سے لازوال محبت کی تفہیم کے لئے دانش اور دانشوری کے مرحلے میں لے جانا چاہتے ہیں۔

علامہ اقبال یقین کو افراد کا سرمایۂ تعمیر بھی کہتے ہیں اور ایسی قوت کو ملت کی تقدیر سے عبارت کرتے ہیں۔

یقین افراد کا سرمایۂ تعمیر ملت ہے

یہی قوت ہے جو صورت گر تقدیر ملت ہے

لیکن اس یقین میں تحقیق و تدبر بھی شامل ہے۔ اس طرح علامہ اقبال اور مولانا رومی دونوں کے یہاں یہ احساس پایا جاتا ہے کہ اگر ایمان فکر سے عاری ہو تو پھر اس میں

Scanned with OKEN Scanner

استقلال محال ہے اور کوئی بھی تیز وتند روا سے اپنے ساتھ بہالے سکتی ہے لہٰذا غور وفکر ایمان کی قوت ہے نہ کہ تشکیک کی وجہ۔ مثنوی رومی دفتر سوم میں یہی حقیقت یوں اُجاگر کی گئی ہے۔

علم جو یے یقین بشد اں

واں یقیں جو یے دیش واعیاں

مولا۔ رومی مشاہدے (Observation) پر زور دے کر اسے مذہب کا اصلی مقصد بھی بتاتے ہیں اور عرفان وحقیقت کی کلید بھی قرار دیتے ہیں۔

جاوید نامہ میں علامہ اقبال کا فکری سفر مولانا رومی کی معیّت ہی میں نہیں بلکہ اُن کی رہبری میں طے ہوتا ہے اور بلاشبہ یہ تعلق علامہ اقبال کے افکار میں ایک مضبوط حوالے کا روپ دھار لیتا ہے۔ یوں علامہ مولانا سے استفیض کرتے ہوئے سفرِ حیات مکمل کرتے ہیں۔

دراصل ''جاوید نامہ'' میں علامہ اقبال نے روح رومی سے رجوع کیا ہے اور وہ روحِ اقبال کو الابسلطان کے مفہوم سے آشنا کرتی ہے جس کا مغز ہے کہ علم کی قوت سے انسان جہانِ چارسو کے اختیار کا اہل ہوتا ہے اور اس کی اپنی پوشیدہ صلاحیتیں بھی اُبھر کر سامنے آتی ہیں۔ وہ پھر مادّی قدروں کی پہچان میں مصروف ہو کر روحانی قدروں سے بھی آشنا ہوتا ہے۔ گویا علم انسان میں جان پیدا کرتا ہے اور عالم کائنات کو اسیر کرنے کا باعث ہوتا ہے۔ اس میں ایمان وایقان پر کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ قرآن بھی ہمیں اسی کی تعلیم دیتا ہے کہ کہ دنیا میں جو آپ کا حصہ ہے اس سے مت بھول جاؤ۔ مثلاً رومی بھی اقبال کی روح کی تربیت ۔

کرتے ہوئے اسے یوں گو یہ ہوتے ہیں ے

گفت اَ سلطان ، "ا آ یہ . "
می تواں افلاک را از ہم شکست
ش " عریں شود ایں کائنات
شو یہ از دامانِ خود َ دِ جہات
در وجود او نہ کم بینی ، نہ بیش
خویش رابینی ازو، اورا زخویش
نکتۂ الّا بسلطان یہ دگیر
ورنہ چوں مور وملخ درگل بمیر [3]

یعنی علامہ سے مولا ٗ نے فرمایہ کہ اَ سلطان (طاقت) تیرے ہاتھ آجائے تو تو افلاک کی بلندیوں " پہنچ " ہو یعنی افلاک کو پھلا ٗ کر آپ آگے نکل " ہو۔ دراصل اس شعر کا مضمون قرآن حکیم کی اس آ یہ " سے لیا َ یہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرما" ہے ''اے جنوں اورا نوں کے َ وہ اَ تم سے ہوسکے تو آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ( )تم نہیں نکل سکو گے سلطان یعنی طاقت کے بغیر۔(سورہ الرحمٰن) یہاں یہ طاقت جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہے جو ا یہ ا ن میں عشق رسول محترم کی . و " پیدا ہوتی ہے۔

دوسرے شعر کا مفہوم یہ ہے کہ ٹھہر اور مجاہدہ کر یہاں " کہ یہ کائنات تیرے سامنے بے پ دہ ہو جائے اور اپنے دامن سے اطراف کی َ دجھاڑ ڈالے یعنی مجاہدہ اور محنت

Scanned with OKEN Scanner

شاقہ سے آپ ایسے مقام ت رسائی حاصل کر ت ہو جہاں پ کائنات کی زمانی اور مکانی حدود و قیود ختم ہو جا گی اور کائنات کی حقیقت تم پ پوری طرح آشکار ہو جائے گی ۔اور . کائنات کے بھید تیرے سامنے کھل جا گے تو تجھے معلوم ہوگا کہ زمان و مکان کی قیود محض تیری کا فر . تھا۔آ ی شعر کا مطلب یہ ہے کہ اِلّا بسلطان کی ر ی رمز کو ی درکھ ورنہ مکھیوں اور کیڑوں کی طرح مٹی ی کیچڑ میں ہی مرجا۔دراصل اس شعر میں مذکورہ لا آ ی قرآنی کی طرف اشارہ ہے جس کا ت جمہ مذکورہ لاشعر نمبر ا ی میں بیان کیا َ ی ۔

علامہ اقبال اپنے خطبات کے تیسرے لیکچر ''حقیقت دعا'' کے بیان میں سائنس دان اور عارف کے نقطہ اور طریق کار و اہداف میں مماثلت و امتیاز کو رومی کے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں:

''دعا گو ی اُن ذہنی سرَ میوں کا لازمی تکملہ ہے جو فطرت کے علمی مشاہدے میں سرزد ہوتی ہے۔فطرت کا علمی یعنی از روئے سائنس مشاہدہ تو ہمیں حقیقت مطلقہ کے کردار سے قر . ت ر ت ہے اور یوں اس میں ز ی دہ گہری بصیرت کے لئے ہمارا ا ٠ رونی ادراک تیز ت کر دیتا ہے ۔ رہا صوفی ،سو اس کی تلاش و طلب کی ت جمانی مولا ٠ روم نے اپنے ا ی قطعے میں جس خوبی سے کی ہے،اس کا تقاضا ہے کہ میں اسے تمام و کمال آپ کے سامنے پیش کر دوں ۔چنانچہ مولا ٠ فرماتے ہیں۔

دفتر صوفی سواد و حرف نیست
٠ دل اسپید ہمچوں . ف نیست

زادِ دانش مند؟ آ ثار قلم
زادِ صوفی چیست؟ آ ثار قدم
ہم چو صیادے سوئے آشکار شد
گام آ ہو دی . آ ثار شد
چند گاہش گام آہو در خوا
بعد از اں خود ف آہو رہبر
رفتن ی منزلِ . بوے ف
بہتر از صد منزلِ گام وطواف

دراصل علم کی جستجو جس رَ میں بھی کی جائے، عبادت ہی کی ای شکل ہے اوراس لئے فطرت کا علمی مشاہدہ بھی کچھ ویسا ہی عمل ہے جیسے حقیقت کی طلب میں صوفی کا سلوک وعرفان کی منزلیں طے کر . اس میں کوئی شک نہیں کہ بجا ۔ موجودہ اس کی نگاہیں گام آہو پ ہیں، لہٰذا اس کا جادۂ طلب بھی محدود ہے لیکن اس کی تشنگیِ علم اسے بہت جلد اس مقام پ لے جائے گی جہاں گام آہو کی بجائے ف آہو اس کی رہبری کرے گا۔ اسے اُس کو عالم فطرت پ مزی غلبہ حاصل ہوگا۔ اب اَ بصیرت کا دامن طاقت وقوت سے خالی ہے تو اس سے اخلاق وعادات میں تو سربلندی پیدا ہو جائے گی لیکن اس طرح نہیں ہوگا تو یہ کسی ز ہ جاوی تمدن کی ی درکھی جاسکے۔ بعینہٖ اَ طاقت اورقوت بصیرت سے محروم ہیں تو اس کا نتیجہ بھی بجز ہلا ۔ اور بے دردی کے اور کچھ نہیں ہو ۔ ہمارے لئے دونوں کا امتزاج ضروری ہے کہ عالم ا نی روحانی اعتبار سے آگے

Scanned with OKEN Scanner

ڑھ سکے۔[۴]

خطبات ہی میں علامہ اقبال نے مولا رومی کے اس شعر کا حوالہ پیش کیا ہے کہ۔

علم حق در علم صوفی گم شود
ایں سخن کے ور مردم شود[۵]

یعنی لوگوں کو اس ت کا کیسے یقین آ سکتا ہے کہ علم حق، علم صوفی میں گم ہو ہے۔ یہاں اس حقیقت کو بھی مد رکھنا چاہئے کہ مر ہندی اور پیر رومی دونوں اپنی تخلیقی نوعیت میں سوز دروں پ بے حد زور دیتے آتے ہیں۔ اسی ی د پ علامہ اقبال کو ابو علی سینا سے اختلاف تھا کیو ابو علی کا استدلال خود ساختہ تھا جس میں منطق ہ پ ئی جاتی تھی، اس لئے وہ بھول ں میں گم ہو جا تھا جبکہ مولا رومی اپنے بہ و ان کے ش حقیقت و معرفت کے رموز سے آشنا ہوتے آتے ہیں۔ علامہ اس سلسلے میں کہتے ہیں۔

حق اَ سوز ارد حکمت ا
شعر می َ دد چو سوز از دل َ فت
بو علی ا ر غبار قہ گم
د روی پ دہَ محمل َ فت

اور یہ صورت خون جگر کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی لئے علامہ کہتے ہیں:

رَ ہو ش وسنگ پَ ہو حرف وصوت
معجزہ فن کی ہے خون جگر سے نمود

Scanned with OKEN Scanner

.گ گل رنگی ز مضمون من ا ۔
مصرعۂ من قطرۂ خون من ا ۔

خطبات میں علامہ اقبال روحانی اعتبار سے عصر حاضر میں تعلیمات رومی کی ضرورت پ زور دیتے ہوئے رقمطراز ہیں :

''آج کا ا ن ایمان واعتماد کی دو ۔ سے ہاتھ گنوا کر س و اُمیدی کے عمیق کنو میں بے چارگی کی حا ۔ میں منہ کے بل پڑا ہے . . کہ آج سے کئی سو سال پیشتر حیاتِ ا نی کے ارتقائی تصور کو مضبوط روحانی اساسات پ بیان کر کے رومی نے اسے حیاتآفریں بنا دی لہٰذا عصر حاضر آج پھر ا رومی کی تلاش میں سرَ داں ہے''۔[۱]

''جاوی نمہ''میں بھی علامہ نئ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں ۔

پیر رومی را رفیق راہ ساز
۔۰ ا بخشد ۔ا سوز وگداز
زا رومی مغز را دا زپو ۔
پئ او محکم فتد در کوئ دو ۔
شرح او کرد واو راکس ۔
معنی او چوں غزال از مارمید
رقص تن از حرفِ او آموختند
چشم را از رقص جاں . دوختند!

Scanned with OKEN Scanner

رقص تن در َ دش آرد خاک را

رقص جاں .ہم ز ٔ افلاک را

علم وحکم از رقص جاں آیـ . ـ

ہم زمیں ہم آسماں آیـ . ـ

فرد ازوے صا .. ٔب کلیم!

ملت ازوے وارثِ ملک عظیم!

رقص جاں آموختن کارے بود

غیر حق راسوختن کارے بود

ـ ز ٔ رِ حرص وغم سوزد جگر

جاں .قص ا ٔ ر ـ اے پسر

ضعف ایمان ا ـ و دلگیری ا ـ غم

نوجوا٠! نیمہ ٔ پیری ا ـ غم

می شناسی؟ حرص فقر حاضر ا ـ

من غلام آ .خود قاہر ا ـ

اے مرا تسکین جان ٔشکیب

تواَ از رقص جاں گیری نصیب

سر دینِ مصطفےٰ گویم ـ ا

ہم بقبر ا ٔ ر دعا گویم ـ اے

Scanned with OKEN Scanner

یعنی علامہ مستقبل کے روبہ روہو کر ‌‌ادنو سے تلقین کرتے ہیں کہ آپ میرے پیر رومی کو راستے کا رفیق بنائے کہ تجھے اللہ عشق یعنی سوز و گدازی کردے۔

کیو رومی وہ مرد حق ہے جو مغز کو چھلکے سے پہچا ہیں۔ اُن کا پ وَں دو کی گلی میں مضبوطی سے پڑ ہے یعنی وہ محرمِ اسرار دو ہیں اور حق و طل کی تمیز سے پوری طرح آشنا ہیں۔

لوگوں نے حضرت پیر رومی کی مثنوی کی شرح کی لیکن اُن کو یعنی رومی کو نہیں دیکھا یعنی اُس راز سے واقف نہ ہوئے جو وہ اُن پ منکشف کر چاہتے تھے۔

وہ کون تھا، کیا تھا، کہاں تھا اس کا مقام فقر کیا تھا اور اس سے فیض کس طرح حاصل کر ہے۔(اس سے لوگ واقف رہے)

اُس مثنوی کے معنی ہم سے اسی طرح بھاگ گئے ہیں جس طرح کہ ہم سیہرن بھا ہے یعنی ہم رومی کی مثنوی کی معنی کی تہہ نہیں پہنچے اور اس کی مثنوی کے ا رجو رموز و اسرار ہیں اُن سے واقف نہیں ہو سکے۔

ہم نے رومی کے کلام سے تن کا رقص سیکھ لیا اور آنکھوں کو جان کے رقص سے سی رکھا یعنی بند رکھا۔تن کا رقص مٹی کو دش میں لا ہے اور جان کا رقص افلاک کو تہہ و لا کر دیتا ہے۔

روح کے رقص سے علم و حکمت ہاتھ آتی ہے، زمین و آسمان بھی ہاتھ آتے ہیں۔(رقص روح سے صا رقص زمان و مکان پ حاوی ہو جا ہے)۔

☆ روح کے رقص سے ا شخص حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا بہ حاصل کر ہے اور ملت اس سے ا عظیم ملک کی وارث بن جاتی ہے(کیو اس رقص سے اس میں ت کے فیوض آجاتے ہیں)

Scanned with OKEN Scanner

☆ روح کا رقص سیکھنا آسان نہیں ہے اور غیر حق کو جلا آسان نہیں ہے۔ ۔ ۔
ا ن کا جگر حرص اور غم کی آگ میں جلتا رہے گا۔ ۔ اے ۔ٹے روح رقص میں نہیں آئے گی (یعنی یہ رقص تو ان شخصیات میں پیدا ہوتی ہے جو علائق د سے پ ک وصاف ہو جاتے ہیں۔

☆ غم، دلگیری ہے ایمان کی کمزوری ہے۔ اے جوان غم آدھا ۔ھا پ ہے (یعنی د ومافیہا کا غم، د پستی کا غم)

☆ کیا تو پہنچا ہے کہ حرص عہد حاضر کا فقر ہے۔ میں تو اس کا غلام ہوں جو خود پ قاہر ہے یعنی عہد حاضر کے لوگ حرص کے غلام ہونے کی وجہ سے محتاج ہیں چاہے کتنے دو ۔ مند اور کسی بھی عہدے پ . آجہان کیوں نہ ہوں۔ بندہ تو وہ ہے جو اپنے حرص پ قابو پ۔ ہے۔

☆ اے میری بے قرار جان کی تسکین (یعنی اے میرے ۔ٹے) تو اَ روح کے رقص سے نصیب حاصل کر لے تو پھر میں تجھے دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف کراؤں گا۔ میں قبر کے ا۔ ربھی تیرے لئے دعا گو رہوں گا (اور ۔ ور ہے کہ رقص جان عشق الٰہی سے نصیب ہو۔ ہے، عشق مصطفیٰ میں سوختہ ہو جانے سے یہ ہاتھ آجا۔ ہے)

دراصل علامہ اقبال نے بہت سارے اسلامی یت کے سلسلے میں مولا۔ رومی سے ا۔۔ واستفادہ کیا ہے یہاں ۔ کہ ان کا تصور خودی بھی دراصل مولا۔ رومی کا رہین منت ہے۔ اس سلسلے میں خلیفہ عبدالحکیم کہتے ہیں کہ ''اقبال کا یہ خودی جو اقبال کے کمال کی وجہ سے اس کا اپنا بن َ ۔ ہے، اس کے ۔: دی تصورات بھی رومی کے ہاں ملتے

Scanned with OKEN Scanner

ہیں۔ عاصم صوفیاء نے فنا اور ترک پر زور دینا عین دین بنالیا تھا، رومی نے اس کو بقا کے یہ میں بدل دیا۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ ہر ترقی کے لئے پہلی حالت کو فنا کرنا پڑتا ہے لیکن مقصود بقا اور ارتقا ہے رومی کے ہاں بھی خودی کا استحکام لازمی ہے اور اس کا طر قوت تسخیر میں اضافہ کرتا ہے۔ عجمی تصوف نے ترک حاجات کو ارتقا کا ذریعہ قرار دیا تھا۔ رومی کہتا ہے کہ نہیں حاجت تو مصدر وجود اور منبع بہبود ہے۔ ہاں یہ ضرور دیکھنا چاہئے کہ حاجات کہیں پست اور حیات کش نہ ہوں۔ زندگی کے تقاضے بلند ہونے چاہئیں۔ رومی کی تلقین اس بارے میں یہ ہے کہ

پس بیفزا حاجت اے محتاج زود

مثنوی میں اس مصرع کی تشریح میں مولانا روم لکھتے ہیں کہ خدا نے زمین و آسمان بھی عبث نہیں پیدا کئے بلکہ کسی حاجت ہی سے پیدا کئے ہیں۔'' [8]

علامہ اقبال نے اسی خیال کو بڑے مؤثر انداز میں اپنے خطبات اور مکتوبات میں قرآن مجید اور احادیث رسولؐ کے حوالے سے پیش کرنے کے علاوہ اسرار خودی میں ''در بیان اینکہ حیاتِ خودی اور تخلیق و تولید مقاصد است'' کے عنوان کے تحت یوں بیان کیا ہے۔

زندگانی را بقا از مدعا ست
کار دانش را درا از مدعا ست
زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل او در آرزو پوشیدہ است
آرزو جان جہان رنگ وبو ست

Scanned with OKEN Scanner

فطرت ہر شئے امین آرزو ۔

از تمنا رقص دل درسینہ ہا

سینہ ہا از ۔ب او آئینہ ہا [9]

اسی طرح رومی اور اقبال کے یہاں تقد ۔پستی سے ۔ کی مماثلت ۔ئی جاتی ہے۔ صوفی ہو ۔ملّا، متکلم ہو ۔حکیم، ۔ نے جبر کا عقیدہ ۔ودین اور ۔وحکمت بنا رکھا تھا اور اس طرح تقد ۔کا ا ۔غلط مفہوم قائم کر رکھا تھا کہ جو کچھ ہونے والا ہے وہ ازل سے متعین ہے۔ یعنی زاہد کا زہد اور ر ۔کی ر ۔ی، محتسب کا احتساب اور چور کی چوری وغیرہ ۔ مرضی الٰہی سے سرزد ہوتی ہے۔

مولا ۔رومی اس سلسلے میں ا ۔لطیف استدلال کرتے ہیں کہ جبر کا مسئلہ تو کتے کو بھی معلوم ہے کیو ۔کتے کو بھی کوئی پتھر مار ۔ہے تو اسے چوٹ اُس پتھر سے لگتی ہے لیکن وہ پتھر کو کاٹنے نہیں دوڑ ۔اس لئے کہ وہ جا ۔ہے کہ پتھر مجبور ہے، مارنے والا مختار ہے، اس سے ۔لہ ۔چاہئے اس لئے وہ پتھر مارنے والے کے پیچھے دوڑ ۔ہے۔[10] مولا ۔رومی جبر کو سمجھ کر اختیار حاصل کرتے ہیں۔ ان کے مطابق قطرہ صدف میں بند ہو کر ہی گوہر ۔ہے۔ اس سلسلے میں وہ فرماتے ہیں کہ

اختیار و جبر ایشاں د ا ۔

قطرہ ہا ا ۔ر صد فہا د ا ۔

علامہ اقبال بھی ۔ی شدت سے ا ۔ان کی خودی میں اختیار کے قائل ہیں۔ اس سلسلے میں وہ بھی مو ۔طور ۔خطبات کے علاوہ اُردو و فارسی کلام میں کئی جگہوں ۔اس تقد ۔

پ ستی کے خلاف اپنا اظہار خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں ۔

تقد ۔ کے پ بند ہیں جمادات و ۔ ب

مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پ بند

یا

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقد ۔ سے پہلے
٠ ا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

یا

تیرے در ۔ میں طوفاں کیوں نہیں ہے؟
خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے ؟
عبث ہے شکوۂ تقد ۔ ۔ٔدان
تو خود تقد ۔ ۔ٔداں کیوں نہیں ہے ؟

(ارمغانِ حجاز)

چوں حیاتِ عالم اززورِ خودی ا ۔
پس بقدرِ استواری ز ٔ گی ا ۔

(اسرارِ خودی)

اس طرح یہ دونوں ٠ بغہ اسلام تقد ۔ کے غلط مفہوم کی قلعی کھول دیتے ہیں جس نے ابتداء ہی سے ا ن کی خودی اور اخلاقی ز ٔ گی کو سخت نقصان پہنچا کر ملت مسلمہ میں عرصۂ دراز سے ضعف، بے عملی اور ۔ عملی کا رجحان پ وان پ ٔ ھا ۔ بہر حال یہ ا ۔

Scanned with OKEN Scanner

حیران کن صورت حال ہے کہ مشرق کے ۔خلاف مغرب نے مولا۔ رومی کو نئے سرے سے دریافت کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے اور یہ بھی ایک بین حقیقت ہے کہ مشرقی دانشوروں میں علامہ اقبال ہی نے عصر حاضر میں مطالعہ رومی کی تحریک کا باضابطہ آغاز کیا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر سید محمد عبداللہ بجا طور پر لکھتے ہیں:

''۔۔۔ زمانہ میں مطالعہ رومی کی تحریک کا نقطہ عروج اقبال کا تجزیہ مثنوی ہے۔ اس سلسلے میں اقبال کے مطالعہ رومی کا امتیازی وصف یہ ہے کہ انہوں نے مثنوی کو محض مطالعہ کی کتاب سے اثباتی فکر و عمل کی کتاب میں بدل دیا۔ ان کے نزدیک مثنوی کی غایت تفریح (بلند سطح پر) وجد و حال نہیں بلکہ عمل اور فکر کی وہ تعمیر ہے جس کے سہارے انسان عالم و آفاق کی تسخیر کر سکتا ہے اور یہ در ہے کہ اقبال کی تسخیر انفس و آفاق کا دائرہ اثر صرف ذات اور فرد کی اکائی تک محدود نہیں بلکہ اس کے قوسِ صعودی کی حد ملت اور اس سے بھی آگے نوعِ انسانی کے نوعی اور اجتماعی ارتقاء کے بعید ترین گوشوں سے ٹکرا رہی ہے''۔[۱۱]

علامہ نے مولانا رومی سے نہ صرف خود ہی استفادہ کیا بلکہ دنیائے فکر رومی کی بنیاد بھی رکھی۔ دراصل انہی کے زیر اثر رومی کے مطالعہ و تجزیہ کی تحریک کو مغرب میں فروغ عام حاصل ہوا۔ نکلسن، وغیرہ مستشرقین نے اس سلسلے میں مغربی دنیا میں کلیدی کردار ادا کیا۔ چنانچہ ۲۰۰۷ء کو عالمی پیمانے پر رومی کا سال قرار دیا گیا اور اس طرح مشرق و مغرب میں مولانا رومی کی تفہیم و تعبیر کا ایک سلسلہ جاری ہو گیا۔ اب تو یورپ اور

امریکہ کے مختلف شہروں میں ان کے ٔم پ ادارے اور اکادمیاں قائم ہو رہی ہیں اور اس طرح رومی کو مغربی د میں فکری اور عملی سطح پ یں" ین ادبی شخصیت کی حیثیت حاصل ہو رہی ہے۔مشرقی ز نوں کے علاوہ اب مغرب کی بہت سی ز نوں میں اُن کے فکر وفن کے" اجم اور تفاہیم منظر عام پ آ رہے ہیں۔مولا ٔ رومی کے دور سے لے کر آج " ا نی " رخ ٔ " نئے طوفانوں سے دوچار ہوئی، ز ٔگی کے اَن گنت مظاہر بنے اور مٹے۔ایسی صورتحال میں علامہ اقبال جیسے ا فرد کا مولا ٔ رومی کے شعور سے رابطہ اور مکالمہ اور رومی کے شعور کی قیادت میں ا نی تہذ کے َ ٔشتہ اور عصر حاضر کا دشوار گذار سفر ہماری فکری اور تخلیقی روا " کا انوکھا اور نہا " منفرد واقعہ ہے۔لہٰذا آج کل کے دور میں اَ کسی ا ن کو رومی جیسے ٔبغہ کا کلام و پیام سمجھنا ہے تو اُسے چاہئے کہ وہ پہلے رومی کی تعلیمات کا بغور مطالعہ کرے اور پھر علامہ محمد اقبال کا ا غیر جانبدارانہ مطالعہ کرے۔دراصل عصر حاضر کی مقتضیات کے مطابق مولا ٔ رومی علامہ اقبال کی ز ن سے گو ہوتے ہیں اور عصری ز ٔگی کے دشوار گذار سفر میں قرآن حکیم اور سیرت سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ہماری رہنمائی کا بہترین فریضہ ا م دیتے ہیں۔بلاشبہ عصر حاضر میں رومی کا خلیفہ علامہ اقبال کو قرار د جا سکتا ہے جو خالص اسلامی یہ حیات کے مطابق اپنے کلام و پیام میں تصوف و فلسفہ کا ا بھڑکتا ہوا شعلہ عالم ا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔اپنے آ ٔی مجموعہ کلام "ارمغان حجاز" میں علامہ اقبال اسی لئے اپنے آپ کو دور حاضر کے رومی قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ

چو رومی در حرم دادم اذاں من

از و آموختم اسرارِ جاں من
بہ دورِ فتنہ عصر کہن ، او
بہ دورِ فتنہ عصرِ رواں ، من [12]

یعنی میں نے مولانا جلال الدین رومیؒ کی طرح حرم (کعبہ) میں اذان دے دی۔ میں نے اُن سے زندگی کے بھید سیکھے۔ یعنی عہد حاضر کے مسلمانوں کو اسلام سے آشنا کیا۔ جس طرح اپنے زمانے کے فتنوں کا مقابلہ حضرت رومیؒ کرتے تھے اُسی طرح آج کے فتنوں کا مقابلہ میں کر رہا ہوں۔

اسی لیے معروف فارسی شاعر حمید عرفانی ''رومی و اقبال'' کے عنوان سے اپنے چند اشعار میں فرماتے ہیں کہ۔

رومی و اقبال راہبنی عیاں
در ضمیر بیکراں کن فکان
در جہان موت و مرگ گہان
ہر دو پیغام حیات جاودان
از نوای عشق شور انگیز شان
در عروق شرق شد آتش رواں
''آفتاب آمد دلیل آفتاب
دلیلت بیں ازوی رومتاب'' [13]

(رومی)

Scanned with OKEN Scanner

۱۔ یعنی آپ رومی اور اقبال کو اللہ کی لا نہایـ تخلیقی سرَ میوں کا رہ کرتے ہوئے د (غور و فکر کرتے ہوئے) دیکھ تے ہیں۔

۲۔ جس د میں موت اور ہلاکتِ ۰ گھانی رقصاں ہیں وہاں یہ دونوں یعنی اقبال اور رومی حیاتِ ا ی کے پیغام کے ما ہیں۔

۳۔ رومی اور اقبال کی شور انگیز نوائے عشق نے مشرق کی رگوں میں آگ دوڑا دی ہے۔

۴۔ (مولا۰ رومی کے بقول ہی) آفتاب اپنے وجود کا ۰ قابل ـ د ثبوت ہے۔ اَ تم ثبوت چاہتے ہو تو اپنے چہرے کا رُخ آفتاب ہی کی طرف کرو تو تجھے خود حقیقت حال کا ادراک ہو جائے گا۔

حوالے وحواشی:

۱- علامہ اقبال کے ڈاکٹریٹ کا تحقیقی مقالہ "The Development of Metaphysics in Persia" کا اُردو ترجمہ پہلی بار 1927ء میں ان کے ایک عزیز میر حسن الدین نے اُنہی کی اجازت کے بعد "فلسفۂ عجم" کے نام سے شائع کیا۔ اب تک اس ترجمہ کے کئی ایڈیشن ہندوستان اور پاکستان میں شائع ہو چکے ہیں۔

"The Reconstruction of Religious thought in Islam" ان کی ایک معرکۃ الآرا فلسفیانہ کتاب ہے، جو اصل میں ان کے وہ سات خطبات ہیں جو انہوں نے 1924ء سے 1928ء تک لاہور، علی گڑھ، میسور وغیرہ میں اعلیٰ علمی حلقوں کے سامنے پیش کئے تھے۔ ان خطبات میں انہوں نے دین اسلام کو فلسفیانہ، منطقیانہ اور خالص علمی نقطۂ نظر سے پیش کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے۔ اس کتاب کا اوّلیناً اردو ترجمہ علامہ کے دوست راست سید نذیر نیازی نے علامہ کی ہدایت ہی کے تحت اُن کی زندگی ہی میں شروع کیا تھا اور بالآخر 1958ء میں "بزم اقبال" لاہور سے پہلی بار یہ "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" کے نام سے یہ کتاب منظر عام پر لائی گئی۔

۲- مشتاق احمد گنائی "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کے مسلم اعلام"۔ (اقبال انسٹی چیوٹ، کشمیر یونیورسٹی سرینگر؛ ۲۰۰۰ء؛ ص: ۸۶

۳- محمد اقبال ''کلیات اقبال'' (فارسی)، جاوید نامہ
شیخ غلام علی اینڈ لاہور، 1972ء ص:۶۰۸

۴- علامہ محمد اقبال ''تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ''، مترجم: سید نذیر نیازی، بزمِ اقبال لاہور، 1986، ص:23۔

۵- ایضاً............ص:۱۶۶۔

۶- ایضاً..........ص:۱۸۴-۱۸۳

۷- محمد اقبال ''کلیاتِ اقبال''، جاوید نامہ، ص:۶۹۷

۸- ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، ''رومی اور اقبال'' (مشمولہ) اقبالیات کے سو سال، مرتبین: ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، محمد سہیل عمر، ڈاکٹر وحید عشرت، اقبال اکادمی پاکستان طبع دوم ۲۰۰۷ء، ص:۸۶۸)

۹- کلیات اقبال (فارسی)، ص:۱۵-۱۶۔

۱۰- خلیفہ عبدالحکیم ''رومی اور اقبال''، ص:۸۶۹۔

۱۱- ڈاکٹر سید محمد عبداللہ ''مطالعہ رومی کی ایک رخ میں اقبال کا مقام'' (مشمولہ) اوصاف اقبال، مرتبہ بہار الٰہ آبادی، 1981، ص:۲۴۰۔

Scanned with OKEN Scanner